ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد

ایسوسی ایٹ پروفیسر،

شعبۂ اردو،

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر فرمان فتح پوری: کچھ باتیں، کچھ خط

ABSTRACT

Dr Farman Fatehpuri - Few memories & letters
By Dr. Arshad Mehmood Nashad, Associate Professor, Department of Urdu, Allama Iqbal Open University, Islam abad.

Dr Farman Fatehpuri (1936 - 2013) is one of the few personalities of our times who have literally enriched our literature with their thoughts and vision. Dr Farman started off with poetry but by the passage of time, he landed his foot in the fields of literary criticism and research. He has left deep foot marks in the areas of poetry, research, criticism, Ghalibiyat, Iqbaliyat, editing, letter writing, commentaries, grammar and composition. I had an experience of exchanging letters with Dr Farman Fatehpuri for fourteen years or so. My current article provides a study of these letters. The first letter was penned on 9th September, 1994 and the last on 12th July 2007. I have preserved these sixteen letters since then. These letters are a reflection of kindness and affection of a renowned author, scholar and teacher with his long distant student.

[۱]

ڈاکٹر فرمان فتح پوری [۱۹۲۶ء تا ۲۰۱۳ء] ہمارے عہد کے اُن گنے چُنے اصحابِ علم میں شامل تھے جنھوں نے صحیح معنوں میں کشتِ علم وادب کو اپنے علم وعمل اور فکر ونظر سے سیراب کیا۔انھوں نے اپنے زمانۂ طالب علمی میں علم وآگہی اور شعر وادب کے ساتھ جو تعلق قائم کیا اسے زندگی کی آخری سانسوں تک بحال اور برقرار رکھا۔ساٹھ پینسٹھ سال پر پھیلا ہوا اُن کا یہ سفر علم وادب کے ساتھ اُن کی اٹوٹ وابستگی اور والہانہ شیفتگی کا اظہار یہ ہے۔فرمان صاحب نے ابتدا شعر گوئی سے کی۔بہت جلد وہ فتح پور کے تازہ فکر اور قادر الکلام شعرا میں شمار ہونے لگے۔انھوں نے مسلم ہائی سکول، فتح پور کے زمانۂ ملازمت میں طلبہ کے ادبی ذوق کو سنوارنے اور ان کے کلام پر اصلاح دینے کے ساتھ ساتھ فتح پور میں مشاعروں کے انعقاد اور شعر وادب کی محفلیں سجانے میں فعال کردار ادا کیا۔رفتہ رفتہ وہ شعر گوئی کی حریم سے نکلے اور تنقید وتحقیق کی وسیع وعریض دُنیا میں قدم رکھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے انھوں نے ان میدانوں میں بھی اپنی لیاقت اور ہنرمندی کا لوہا منوایا۔ یوں شاعری، تنقید، تحقیق، اقبالیات، غالبیات، تدوین، مکتوب نگاری، شرح نگاری، تدریس اور قواعد وانشا کے شعبوں میں انھوں نے غیر معمولی کارنامے انجام دیے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری ۲۶ /جنوری ۱۹۲۶ء کو ہیبت پور ضلع فتح پور ہسوہ (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل نام سیّد دلدار علی تھا۔ ان کے ایک چچا زاد بھائی فرمان علی لڑکپن میں وفات پا گئے، آپ کو ان سے بے پناہ محبت تھی، اس کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے اس کا نام بہ طور تخلص اختیار کر لیا۔ ابتدا میں دلدار علی فرمانؔ کے نام سے معروف ہوئے، بعد ازاں اپنا نام مکمل طور پر ترک کر کے فرمانؔ فتح پوری کے قلمی نام سے شہرت پائی۔ ڈاکٹر صاحب کے والد گرامی سیّد عاشق علی ۱۹۳۳ء میں راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔ والد کے بے وقت موت نے گھر کی اقتصادی حالت کو کمزور کر دیا مگر آپ نے عزم کے ساتھ پڑھائی جاری رکھی۔ ۱۹۴۶ء میں مسلم ہائی سکول، فتح پور سے میٹرک کا امتحان پاس کر کے اسی سکول میں مدرس ہو گئے۔ تدریس کے ساتھ ساتھ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ۱۹۴۸ء میں الہ آباد بورڈ سے ایف اے اور ۱۹۵۰ء میں آگرہ یونی ورسٹی سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۵۰ء میں انھوں نے ہجرت کی اور پاکستان آ گئے اور کراچی کو اپنا مستقل مستقر بنا لیا۔ ۱۹۵۸ء میں کراچی یونی ورسٹی سے ایم اے اُردو کا امتحان اوّل درجہ اول میں پاس کیا۔ ایم اے میں شان دار کامیابی کے بعد آپ کراچی یونی ورسٹی کے شعبۂ اُردو میں تدریس کے لیے منتخب ہوئے۔ آپ نے تدریس کے ساتھ ساتھ اعلیٰ تعلیم کے لیے بھی جدوجہد جاری رکھی۔ ۱۹۶۵ء میں ''اُردو کی منظوم داستانیں'' کے موضوع پر پی ایچ ڈی اور ۱۹۷۴ء میں ''اُردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری'' پر انھیں ڈی لٹ کی ڈگری ملی۔ علامہ نیاز فتح پوری نے ۱۹۲۲ء میں آگرہ سے ''نگار'' کا اجرا کیا، جو دیکھتے ہی دیکھتے اردو کے صفِ اوّل کے رسائل میں شمار ہونے لگا۔ نیاز صاحب کراچی آئے تو رسالے کا کام ڈاکٹر فرمان کے حوالے کر دیا۔ علامہ نیاز کی وفات کے بعد انھوں نے جس تواتر وتسلسل سے ''نگارِ پاکستان'' کو جاری رکھا وہ علم وادب کے ساتھ ان کی غیر معمولی وابستگی اور علامہ نیاز فتح پوری کے ساتھ ان کی والہانہ محبت وعقیدت کا اظہار یہ ہے۔ کراچی یونی ورسٹی کے شعبۂ اُردو کے وہ کئی سال چیئر مین رہے۔ ۱۹۸۵ء میں آپ کو اُردو ڈکشنری بورڈ کا چیف ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔ آپ نے صحیح معنوں میں اس ادارے میں روح پھونکی اور آپ کے عرصہ نظامت میں ڈکشنری کی کئی جلدیں مکمل ہو کر شائع ہوئیں۔ آپ کی علمی خدمات کے اعتراف میں حکومتِ پاکستان نے ۱۹۸۵ء میں انھیں ستارۂ امتیاز سے نوازا۔ فرمان صاحب زندگی کی آخری سانسوں تک علم وادب کے فروغ کے لیے سرگرمِ عمل رہے۔ ستاسی سال کی عمر میں ۲۰۱۳ء کو کراچی میں وفات پائی اور یہیں پیوندِ خاک ہوئے۔

فرمان صاحب زندگی بھر پرورشِ لوح وقلم میں مصروف رہے۔ آپ نے بعض مشکل مگر بے حد اہم موضوعات پر پہلی بار قلم اٹھایا اور اپنی محنت وجستجو سے ایسے کارنامے انجام دیئے جن کی مثال نہیں ملتی۔ آپ نے تحقیق، تنقید، تدریس، زبان، قواعد، املا، رسم الخط، تذکرہ نگاری، غالبیات، اقبالیات، نعتیہ شاعری، طنز وظرافت اور شرح نگاری کے میدانوں میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ آپ کی تصنیفات، تالیفات، مرتبات اور تدوینات کی تعداد چار درجن سے زاید ہے، غیر مدون مضامین،

مقالات، مکاتیب اور تقاریر اس پر مستزاد ہیں۔ڈاکٹر صاحب کی چند اہم کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:

☆ اُردو رباعی کا فنی و تاریخی ارتقا	۱۹۶۲ء	☆ تحقیق وتنقید	۱۹۶۲ء
☆ تدریسِ اُردو	۱۹۶۲ء	☆ غالب شاعرِ امروز وفردا	۱۹۷۰ء
☆ اُردو کی منظوم داستانیں	۱۹۷۰ء	☆ نواب مرزا شوق کی مثنویاں	۱۹۷۲ء
☆ اُردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری	۱۹۷۲ء	☆ زبان اور اُردو زبان	۱۹۷۳ء
☆ اُردو کی نعتیہ شاعری	۱۹۷۳ء	☆ نیا اور پُرانا ادب	۱۹۷۴ء
☆ میر انیس حیات اور شاعری	۱۹۷۶ء	☆ ہندی اُردو تنازع	۱۹۷۶ء
☆ اُردو املا و رسم الخط	۱۹۷۷ء	☆ اقبال سب کے لیے	۱۹۷۷ء
☆ تاویل وتعبیر	۱۹۸۴ء	☆ اُردو کی ظریفانہ شاعری	۱۹۸۷ء
☆ اُردو کا افسانوی ادب	۱۹۸۸ء	☆ اُردو نثر کا فنی ارتقا	۱۹۸۹ء
☆ اُردو شاعری کا فنی ارتقا	۱۹۹۰ء	☆ اُردو شاعری اور پاکستانی معاشرہ	۱۹۹۰ء
☆ اُردو غزل کی شعری روایت	۱۹۹۵ء	☆ ادب اور ادب کی افادیت	۱۹۹۶ء
☆ تمنّا کا دوسرا قدم اور غالبؔ	۱۹۹۸ء	☆ غزلیاتِ غالب: شرح ومتن	۲۰۰۵ء

[۲]

ڈاکٹر فرمان فتح پوری سے میرا اولین تعارف ان کی بعض کتابوں کے ذریعے ہوا۔خاص طور پر اُردو املا اور رسم الخط، اقبال سب کے لیے اور تاریخ گوئی سے میں نے طالب علمی کے زمانے میں بہت فائدہ اٹھایا۔مختلف علمی مسائل میں گرہ کشائی کے لیے میں علامہ عبدالعزیز خالدؔ مرحوم سے رجوع کرتا تھا۔زبان، لغت، قواعد اور عروض پر مرحوم کی گہری نظر تھی۔وہ اکثر میری رہنمائی فرماتے۔ایک بار میری بعض الجھنوں کے حوالے سے انھوں نے مجھے شان الحق حقی اور ڈاکٹر فرمان فتح پوری سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا کیوں کہ ان کے خیال کے مطابق یہ دونوں بزرگ خاص لغت کے آدمی ہیں۔فرمان صاحب سے میں نے رشتۂ رہنمائی استوار کرلیا۔وہ ایک دُور افتادہ طالبِ علم پر ہمیشہ مہربان رہے۔افسوس کہ مجھے ان سے ملنے یا ان کی محفل میں بیٹھنے کی سعادت نصیب نہ ہوئی تاہم اس پر بھی مجھے فخر ہے کہ اتنے بڑے عالم اور استاد سے مجھے مراسلت کا شرف نصیب ہوا۔وہ میرے خطوں کا جواب دیتے اور میری حوصلہ افزائی کرتے رہے۔کسی خط کا جواب دیر سے آتا یا نہ آتا تو میں اُلجھ پڑتا کہ میرے خط کا جواب کیوں نہیں دیا۔میری نادانی کو نظر انداز کرتے ہوئے معذرت کرتے۔ان کی شفقت کے طفیل مجھے ''نگارِ پاکستان'' باقاعدگی سے ملتا رہا۔محترم امراؤ طارق نے ''ڈاکٹر فرمان فتح پوری: حیات وخدمات'' کے عنوان سے چار چار سوصفحات کی تین

جلدیں مرتب کیں جو ۱۹۹۴ء میں فتح پور ایجوکیشنل سوسائٹی، کراچی کے زیرِ اہتمام شائع ہوئیں۔ میں نے بھی اس زمانے میں فرمان صاحب پر ایک نظم کہی جو تیسری جلد میں شائع ہوئی۔ یہ نظم ان سے میری عقیدت ومحبت کا اظہار یہ ہے۔ نظم ملاحظہ ہو:

ہیں ادیبِ شہیر و نکتہ دان
صاحبِ نقد و شاعرِ ذی شان
ان کی تحقیق کے کرشمے سے
ہو گئیں کتنی مشکلیں آسان
ان کی ہر بات ، اُن کی ہر تحریر
اُردوئے خوش نما پہ ہے احسان
اُن سے شاداب ہے لغت سازی
ان سے زندہ ''نگارِ پاکستان''
شارحِ فکرِ غالبؔ و حسرتؔ
اور اقبال کے قصیدہ خوان
اُن کے افکار سے ہے باثروت
اپنے اُردو ادب کا ہر میدان
ان کا اسلوب ، اُن کے موضوعات
سب سخن فہم ، دیکھ کر حیران
خوش نظر، خوش مزاج و خوش گفتار
صاحبِ درد و بے ریا انسان
ان کے وصاف اہلِ ہندوپاک
ان کے مداح سارے اُردو دان
ان سے ہے سربلند فتحِ پور
اُن سے ہے سرفراز پاکستان
تا قیامت رہے درخشندہ
ان کا ہر لفظ ، اُن کا ہر فرمان

(مشمولہ ''ڈاکٹر فرمان فتح پوری: حیات وخدمات''، ص ۳۲۱، ۳۲۲)

گورنمنٹ کالج آف کامرس، اٹک میں جب میرا تقرر ہوا تو مجھے پی ایچ ڈی کرنے کا خیال آیا۔ میں نے فوراً ایک دو موضوعات لکھ کر فرمان صاحب سے رہنمائی کی درخواست کی۔ فرمان صاحب نے ایک موضوع کو میرے مزاج اور مذاق سے ہم آہنگ پا کر اس پر خاکہ سازی کا مشورہ دیا۔ میں نے خاکہ تیار کر کے اُن کی خدمت میں بھیجا، انھوں نے اسے پسند فرمایا اور میری خواہش کے احترام میں مجھے اپنی نگرانی میں کام کرنے کی اجازت دے دی۔ اُس وقت اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول پور میں ان کے شاگرد ڈاکٹر نجیب جمال اُردو واقبالیات کے سربراہ تھے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کی ہدایت پر خاکہ اور درخواست ڈاکٹر نجیب جمال صاحب کو بھجوا دی۔ فرمان صاحب نے انھیں اس حوالے سے خط لکھا اور ایک بار ملتان کے سفر میں ان سے ملاقات پر زبانی بھی میری مدد کرنے کی سفارش کی۔ ڈاکٹر نجیب جمال صاحب نے اس ضمن میں کوشش بھی کی مگر بورڈ آف ایڈوانس سٹڈیز کا اجلاس تعطل اور تاخیر کا شکار ہوتا رہا۔ آخرِ کار مجھے جامعۂ پنجاب میں اسی موضوع پر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نگرانی میں کام کرنے کا موقع مل گیا۔ میں نے فرمان صاحب کو اس بارے میں اطلاع دی تو بے حد خوش ہوئے اور میری کامیابی کی دُعا کی۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری صاحب سے مجھے تقریباً چودہ سال مراسلت کا شرف حاصل ہوا۔ پہلا خط ۹/ستمبر ۱۹۹۴ء کا ہے جب کہ آخری خط ۱۲/جولائی ۲۰۰۷ء کا نوشتہ ہے۔ چودہ برسوں پر محیط یہ سولہ خط میرے پاس محفوظ ہیں۔ یہ خط ایک دُور افتادہ طالب علم کے ساتھ ایک معروف ادیب، عالم اور استاد کی بے پناہ شفقت اور محبت کا اظہار یہ ہیں۔ میں نے ان خطوں پر مختصر حواشی کا اہتمام کر دیا ہے جو یقیناً متن کی تفہیم میں معاون ہوگا۔

[۳]

[خط نمبر:۱]

۹/ستمبر ۱۹۹۴ء

برادرِ عزیز! السلام علیکم۔

آپ نام کے ناشاد سہی، کام تو دوسروں کو شاد رکھنے کا کرتے ہیں، چناں چہ آپ کی معرفت ''ابھی تک تم نہیں سمجھے''[۱] نے مجھے دل شاد کیا؛ خدا ہمیشہ آپ کو شاد و آباد رکھے۔ غزل کی زبان میں غزل کہنا بہت مشکل کام ہے جب تک اس کی زبان سے طبعی مناسبت اور اس کے مزاجِ خاص سے ذہنی ہم آہنگی نہ ہو، آدمی اور سب کچھ کہہ سکتا ہے غزل نہیں کہہ سکتا۔ مجھے آپ کی طبیعت اور غزل میں یہ مناسبت اور ہم آہنگی نظر آتی ہے اور سچ یہ ہے کہ اُسی نے آپ کے اس نوع کے خوب صورت اشعار کہلوئے ہیں:

راتوں کو ترے شہر میں ناشادؔ مسلسل
گونجے ہے فقط ایک صدا جاگتے رہنا

☆

جب بھی پاگل ہوا چلی ناشاؔد
اپنی ماں سے لپٹ گیا ہوں میں

☆

جس کے چہرے پر کہیں بھی گرد کا غازہ نہ تھا
وہ امیرِ کارواں ہے مجھ کو اندازہ نہ تھا

☆

مجھے تیری ادائیں یاد آ جاتی ہیں چپکے سے
چمن میں جب کوئی بادِ صبا کی بات کرتا ہے

☆

لگتا ہے کوئی میرا بدن کاٹ رہا ہے
مجھ سے مرے احباب جدا ہونے لگے ہیں

غالب کے مصرعے پر مصرع لگانا آسان نہ تھا لیکن کس آسانی سے بہت خوب صورت مصرع فراہم کر دیا ہے:

دامن بچا بچا کے گزرنے میں لطف ہے
جی خوش ہوا ہے راہ کو پُر خار دیکھ کر

غالب کی روح، ناراض نہیں، خوش ہوئی ہوگی کہ آپ کا مصرع اُن کے رجائی مزاج سے ہم آہنگ ہے۔

والسلام
آپ کا
فرمان فتح پوری

بہ ملاحظۂ گرامی
جناب ناشاؔد صاحب

[خط نمبر:۲]

۲۳ر فروری ۱۹۹۵ء

عزیزِ مکرّم!

سلام مسنون۔ خط مل گیا، آپ کے سوالات بہت مُشکل ہیں بعض تو اس قسم کے ہیں کہ ''ب'' کو''ب'' اور ''ج'' کو ''ج'' کیوں کہتے ہیں؟ اس نوع کے آسان سوالات کے جوابات حد درجہ مشکل ہوتے ہیں۔ آپ کا پہلا سوال یہ ہے کہ واو

معدولہ صرف ''خ'' کے ساتھ کیوں استعمال ہوتی ہے؟ عرض یہ ہے کہ اہلِ فارس کے نزدیک یہ ''خ'' کے ساتھ مخصوص ہے۔ فارسی میں بھی کسی دوسرے حرف کے ساتھ مستعمل ہیں۔ اُردو والوں نے فارسی کا تتبع کیا ہے۔ صحیح طور پر علم نہیں لیکن کہا یہ جاتا ہے کہ فارسی میں ''خ'' کے ساتھ جہاں جہاں واو معدولہ استعمال ہوتی ہے اصلاً اور اساساً وہاں وہاں' واؤ' نہیں تھی صرف ''خ'' کی آواز تھی اور بہ صورتِ سکون۔ چوں کہ ''خ'' کو لفظ کے شروع میں سکون کے ساتھ پڑھنا اور بولنا دشوار تھا اس لیے اس کو متحرک کرنے کے لیے ''خ'' کے ساتھ ''واؤ'' کا استعمال، بعد کو ہونے لگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک بات اور ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے؛ ہر زبان کے مخصوص مستعملات ہوتے ہیں اور اُن کی پیروی بغیر بحث و استدلال کی جاتی ہے۔ انگریزی میں فلاں حرف، فلاں لفظ میں کیوں خاموش ہے اور فلاں میں کیوں نہیں۔ یو(U) کا حرف کبھی پیش کی آواز دیتا ہے کبھی زبر کی۔ او(O) کی بھی یہی صورت ہے۔ ذرا Roof, Good, Go وغیرہ کے لفظوں میں 'او' کی آواز پر غور کیجیے۔ اس طرح کے ایک دو نہیں، سیکڑوں مقامات ہیں۔ انگریزی والے، ان کے سلسلے میں کیوں اور کیسے کے جواب نہیں دے سکتے۔ یہی صورت فارسی میں واو معدولہ کی ہے۔ ہر جگہ نہیں صرف ''خ'' کے ساتھ اور وہیں وہیں استعمال ہوگی جہاں اہلِ فارس استعمال کرتے ہیں۔

اصل میں ہوا یہ ہے کہ جب فارسی پر عربی کے گہرے اثرات ہوئے تو فارسی صوتیات، رسم الخط اور املا میں بھی بے شمار تبدیلیاں آئیں۔ ''خ'' کے ساتھ واو معدولہ عربی ہی کے زیرِ اثر غالباً مستعمل ہوئی ورنہ واو معدولہ اصلاً عربی سے متعلق ہے اور وہاں ''خ'' سے مخصوص نہیں، جیسے: ذوالقدر، صلوٰۃ، ذوالجلال، اولی الالباب، اولوالعزم، ہواللہ، زکوٰۃ وغیرہ ہیں۔ فارسی میں اور اُردو میں واو معدولہ کی شناخت کے سلسلے میں مستعملہ پر اور بعد ازاں لغت پر نظر رکھنی ہوگی۔ اُردو میں بہ کثرت نہیں، تھوڑے ہی الفاظ ہیں، جن میں مستعمل ہے اور وہ بھی سب کے سب فارسی سے آئے ہوئے ہیں۔ البتہ لکھنے میں ہونا یہ چاہیے کہ واو معدولہ کے نیچے، چھوٹا سا زبر کا نشان لگا دیا جائے اور اس کا مفہوم یہ لیا جائے کہ' واؤ' کی آواز خاموش ہے۔[۲]

بہ ہر حال جو سمجھ میں آ رہا ہے، وہ لکھ رہا ہوں اور صرف حافظے اور قیاس کی مدد سے۔ خط میں کاٹ پیٹ کی معذرت چاہتا ہوں کہ بہت عجلت میں کھینچ رہا ہوں۔

لغت[۳] آپ کو پچاس فیصد رعایت پر مل سکتی ہے، امراؤ صاحب کی کتاب[۴] کے سلسلے میں ساحؔر صاحب[۵] سے اور ساحؔر صاحب کی معرفت، ڈاکٹر محمد احسان الحق صاحب[۶] سے رجوع کر لیجیے۔ ضرور آپ کو مل جائے گی۔ ''نگار''[۷] آئندہ ان شا اللہ آپ کو ملے گا۔ لُغت کی پندرہ جلدیں نصف قیمت پر کوئی تین ہزار روپے کی ہوں گی۔

والسلام

آپ کا

فرمان فتح پوری

بہ ملاحظہ
جناب ارشد محمود ناشادؔ صاحب
محمد نگر، مرزا روڈ، اٹک کینٹ

[خط نمبر:۳]

۱۳ر ستمبر ۱۹۹۵ء

برادرِ عزیز!

سلام مسنون۔ بہت دنوں میں یاد کیا، بہ ہر حال یاد کیا اور میرا دل شاد کیا۔ اللہ آپ کو صحت مند اور خوش وخرّم رکھے۔
''ترکیب'' کے سلسلے کی الجھنیں کیا تھیں یہ مجھے نہیں معلوم، اس لیے کہ اس نوع کا کوئی خط مجھے نہیں ملا۔(۸) ورنہ اپنے اعمال نامے سے میں عدم جواب کا گناہ نہ لکھواتا۔ سُنا ہے کہ کراچی کی ڈاک پہلے اسلام آباد جاتی ہے، پھر ادھر آتی ہے۔ واللہ اعلم۔ آپ کا خط ملتا تو ضرور جواب جاتا خواہ تسلی بخش نہ ہوتا۔

آپ کو نگار نہیں ملتا، تعجب ہوا۔ شرمندہ بھی ہوا، اس میں بھی کوئی چکر ہے۔ کوشش کروں گا آئندہ شکایت کا موقع نہ نکلے۔

اُو، ہو، پیارے آپ نے تو غضب کیا، ''ضلع اٹک دے پنجابی شاعر'' مجھ سے منسوب کر دیا۔(۹) اس قدر افزائی کے لیے دل سے دعائیں نکلیں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس خلوصِ بے پایاں کا شکر یہ کن الفاظ میں ادا کروں، الفاظ، جذبات کا ساتھ کہاں دیتے ہیں؟

آپ کا تعارف برادرم عبدالرحمٰن [عبدالعزیز] ساحرؔ کی معرفت ہوا تھا پھر ایسا لگاؤ پیدا ہو گیا کہ آپ بھلائے نہیں بھولتے۔ ساحرؔ صاحب نہ جانے کیوں مجھے بھول گئے؟ احسان صاحب کو کوئی خط ڈالے کہ کچھ سراغ دیں۔ ملاقات ہو تو میرا سلام ضرور کہیے گا۔

والسلام
آپ کا
فرمان فتح پوری

[خط نمبر:۴]

۲۸ر ستمبر ۱۹۹۵ء

عزیزِ مکرّم! سلامتی اور دعائیں۔

۲۳ر ستمبر کا خط ابھی ابھی دفتر کے پتے پر ملا۔ فوری طور پر حافظے کی مدد سے جواب دے رہا ہوں کہ پھر شاید ،جواب میں تاخیر ہو جائے گی۔

ترکیب کا مسئلہ، ترکیب سازی کا مسئلہ نہیں دراصل املا کا مسئلہ ہے اور املا کا طریقۂ کار عہد بہ عہد فارسی و اردو دونوں میں بدلتا رہا ہے۔ اُردو اور فارسی میں ہمزہ صرف ان مرکبات میں استعمال ہوگا جن میں ہائے ہوز آتی ہو، جیسا کہ آپ نے اپنے خط کی مثالوں سے پہلے نمبر پر ظاہر کیا ہے۔ زیر کا استعمال جیسا کہ مثال نمبر ۲ میں آپ نے ظاہر کیا ہے میرے زاویہ نظر سے بالکل درست ہیں۔ ان پر ہمزہ کا استعمال درست نہ ہوگا۔[۱۰]

آپ، اگر میری کتاب اردو املا اور رسم الخط، یا مقتدرہ کی مطبوعہ املا ورموز و اوقاف [کذا] دیکھ لیتے تو الجھاوے شاید دور ہو جاتے۔

دوسری بات کے سلسلے میں عرض ہے کہ محسن الملک[۱۰] تو ۱۹۰۷ء میں وفات پا گئے تھے، اس لیے ۱۹۰۸ء کے کسی جلسے میں اُن کی شرکت ممکن ہی نہیں۔ شبیر احمد عثمانی[۱۱] ۱۹۰۸ء میں دیوبند کے طالب علم کی حیثیت سے شاید کسی مباحثے میں شریک ہوئے ہوں ورنہ ۱۹۰۸ء میں بہ طور مہمان عالم، ان کا کہیں جانا سمجھ میں نہیں آتا۔ اس لیے کہ اُن کی پیدائش انیسویں صدی کے [کی] آخری دہائیوں کی ہے۔ ۱۹۰۸ء میں مشکل سے بیس سال کے رہے ہوں گے۔

والسلام

خیر اندیش

فرمان فتح پوری

بہ ملاحظہ

عزیزِ مکرّم جناب ارشد محمود ناشاؔد صاحب

[خط نمبر:۵]

۱۷؍مارچ ۱۹۹۷ء

برادرِ گرامی! سلام مسنون۔

تاریخ سے عاری آپ کا خط مجھے پرسوں ملا۔ دل خوش ہوا کہ آپ ہر طرح اچھے ہیں اور مستقبل کے لیے آمادۂ کار ہیں۔

میں اس وقت ایک خوش گوار الجھن سے دوچار ہوں، مصروفیت ایسی ہے کہ پورے خط کا مفصل جواب اس وقت ممکن نہیں۔ ۲۵؍مارچ کو بیوی کے ساتھ حج کے لیے ان شاء اللہ روانہ ہوں گا۔ واپسی مئی کے دوسرے ہفتے میں ہوگی۔ مجی ساحرؔ کو بھی مطلع کر دیجیے گا۔

پی ایچ ڈی سے متعلق البتہ بتاتا چلوں کہ دوسرا موضوع نیا اور اہم ہے، پہلے پر کئی جگہ کام ہو رہا ہے۔[۱۳] کام کیا ہو رہا ہے، بس لوگوں نے راستہ روک رکھا ہے۔ آپ دوسرے موضوع کو ذہن میں رکھ کر میرے حوالے سے پروفیسر ڈاکٹر نجیب جمال صاحب[۱۴] صدرِ شعبۂ اردو و اقبالیات، اسلامیہ یونی ورسٹی بہاول پور کو خط لکھیے۔ وہ کچھ نہ کچھ ضرور جواب دیں گے۔

جواب مثبت نہ ہوتو بھی ہمت نہ ہاریے۔ میں واپس آ کر ان شاء اللہ سبیل نکال لوں گا۔

والسلام

فرمان فتح پوری

بہ ملاحظۂ گرامی

جناب ارشد محمود ناشاؔد صاحب

[خط نمبر:۶]

۲۸ رمئی ۱۹۹۷ء

محب مکرّم! دعائیں۔

۲۲ رکا خط مل گیا۔ یاد کیا؛ میرا دل خوش کیا۔ آپ کے تہنیت نامے نے واقعی جسمانی خستگی کو روحانی تازگی میں بدل دیا۔ اللہ آپ جیسے مخلص احباب کو سدا سکھی رکھے۔ مجبی ساحؔر صاحب کا خط بھی آیا تھا، کل ہی ان کے خط کا جواب گیا ہے۔

نجیب جمال صاحب کو میں خط لکھ رہا ہوں۔ اطمینان رکھیے۔ میں ان شاء اللہ کوئی صورت نکال لوں گا۔ نجیب صاحب کا جواب آتے ہی مجھے مطلع کیجیے۔

والسلام

آپ کا

فرمان فتح پوری

ارشد محمود ناشاؔد صاحب

محلہ محمد نگر، مرزا روڈ، اٹک کینٹ

[خط نمبر:۷]

۲۷ رجون ۱۹۹۷ء

وعلیکم السلام!

۱۲ رجون کا خط ملا۔ جواب میں تاخیر ہوئی، معذرت اور شرمندگی۔ جہاں تک مجھے علم ہے حافظ محمود شیرانی کے سلسلے میں پنجاب یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کی سطح کا کام ہو چکا ہے، لاہور کے لوگ آسانی سے بتا سکیں گے۔[۱۵] ڈاکٹر احسان الحق صاحب اور ڈاکٹر معین الرحمٰن صاحب[۱۶] بہ طورِ خاص مدد کر سکتے ہیں۔ میرے خیال میں آپ کے تخیل کا زائیدہ پہلا موضوع: ''اُردو غزل کا تکنیکی، ہئیتی اور عروضی سفر'' بہت اچھا ہے، کام کرنے کے لائق ہے؛ کام بھی تادیر زندہ رہے گا اور کام کرنے والا بھی۔ ہاں اسے ''حالؔی سے تاحال'' سے مشروط کر لیجیے۔[۱۷]

موضوع کا خاکہ پہلے آپ تیار کیجیے، عبد العزیز ساحرؔ اور بعض دوسرے صاحبانِ علم وفکر سے مدد لیجیے، پوری محنت سے جو کچھ بن سکے بنائیے۔ پھر مجھے بھیجیے، ان شاء اللہ ضرور مدد کروں گا۔ دعاؤں کے ساتھ۔

آپ کا
فرمان فتح پوری

جناب ارشد محمود ناشادؔ صاحب

[خط نمبر:۸]

۲۹ر جولائی ۱۹۹۷ء

برادرِ عزیز! سلامِ مسنون۔

نہ جانے آپ کو میرے خط بروقت کیوں نہیں ملتے؟ میں نے آپ کو لکھا تھا کہ اگر اسلامیہ یونی ورسٹی بہاول پور کے اربابِ حل وعقد کو کوئی اعتراض نہیں ہے تو میں آپ کے کام کی نگرانی کے لیے تیار ہوں۔

موضوع اور اس کے خاکے کے بارے میں بھی اپنی رائے دے چکا ہوں۔ چناں چہ آپ نے اپنے حالیہ خط کے ساتھ اپنے مقالے کا جو خاکہ بھیجا ہے وہ ہر طرح [سے] درست ہے۔ اب آپ آگے قدم بڑھائیے اور مجھے اپنا ہمدرد جانیے۔[۱۸]

والسلام
فرمان فتح پوری

بہ ملاحظۂ گرامی
جناب ارشد محمود ناشادؔ صاحب
[پس نوشت]:
اس خط کے ساتھ ایک اور خط صدرِ شعبہ کے نام ہے۔

[خط نمبر:۹]

۹ر مئی ۱۹۹۸ء

عزیزِ مکرّم! سلامِ مسنون۔

امریکہ سے واپسی پر آپ کا خط نظر سے گذرا۔ بورڈ آف ایڈوانس اسٹڈیز کی میٹنگ کا یہی قصہ ہے، ہر جگہ ہر یونی ورسٹی میں۔ اصولاً ہر مہینے یہ میٹنگ ہونی چاہیے لیکن اگر سال میں دو بھی ہو جائیں تو اسے غنیمت خیال [کیا] جاتا ہے۔ نجیب جمال صاحب کی کوئی کوشش اس سلسلے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ البتہ انھوں نے سفارش کر کے درخواست جمع کر دی ہے تو اُسے بہ ہر حال منظور ہونا ہے۔ کام کرنے کی لگن کو مجروح نہ کیجیے، اپنا کام کرتے رہیے اور علامہ اقبال کا یہ شعر ''کبھی اے

حقیقتِ منتظر“ وردِ زبان رکھیے۔ ان شاء اللہ کامیابی ہوگی۔[19]

عبد العزیز ساحرؔ صاحب کے گھر نو مولود کی خبر باعثِ مسرت ہے ۔ میری طرف سے دلی مبارک باد۔[20] ۱۴ر کو لاہور، ۱۵ر کو ملتان میں ہوں گا، ممکن ہے نجیب جمال صاحب سے ملاقات ہو۔

والسلام

خیر اندیش

فرمان فتح پوری

بہ ملاحظۂ گرامی

ارشد محمود ناشادؔ صاحب

[خط نمبر:۱۰]

۴ر جولائی ۱۹۹۸ء

عزیزِ مکرّم ! سلامِ مسنون۔

خط مل گیا تھا اور میں نے دو دن بعد، نجیب صاحب کو یاد دہانی کرا دی تھی۔ آج پھر لکھ رہا ہوں ۔ یقین ہے کہ مسئلہ حل ہو گیا ہوگا۔

ساحر صاحب جہاں بھی ہوں، میرا سلام پہنچاتے رہیے:

بہ آں گروہ کہ از ساغرِ وفا مست اند

سلامِ ما برسانید ہر کُجا ہستند

والسلام

فرمان

بہ ملاحظہ

ارشد محمود ناشادؔ صاحب

[پس نوشت]: ”گرامی القدر“ کی ترکیب صرف میرے لیے مخصوص ہے کہ اوروں کے لیے بھی ہے۔[21]

[خط نمبر:۱۱]

۲۷ر فروری ۱۹۹۹ء

محبی و مخلصی ناشادؔ صاحب ! اللہ آپ کو سدا شاد رکھے۔

ہمارے ہاں لکھنے پڑھنے والوں کے لیے کیسی کیسی مشکلیں ہیں؟ اِن کی تفصیل اگر باہر کے کسی آدمی کو بتائی جائے تو وہ یقین نہ کرے گا۔ یہ کیا کم ہے، آخر کار اُمید کی ایک کرن نظر آئی۔ اللہ ہاشمی صاحب کو سدا سکھی رکھے۔ [۲۲] آپ اُنھیں کی نگرانی میں کام کیجیے اور صبر و ہمت کے ساتھ جلد سے جلد کام مکمل کیجیے۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکے گا، اس سے دریغ نہ کروں گا۔

برادرم ساحرؔ صاحب کیسے ہیں؟ بہت دنوں سے خاموشی ہے؛ میری طرف سے بھی اور اُن کی طرف سے بھی، رابطہ ہو تو سلام پہنچا دیجیے گا۔

والسلام

فرمان فتح پوری

بہ ملاحظہ جناب

ارشد محمود ناشادؔ صاحب

[خط نمبر:۱۲]

۱۷ر ستمبر ۱۹۹۹ء

عزیزِ مکرّم! سلامِ مسنون۔

خیریت طلبی کے لیے شکر گذار ہوں۔ میں اِدھر دو مہینے فی الواقع بہت افسردہ و پریشان رہا۔ خاندان اور بہت قریبی خاندان بلکہ میرے گھر سے متعلق دو تین حادثے ایسے قیامت خیز ہوئے اور پے بہ پے کہ کیا عرض کروں؟ کل شام، اپنے جواں سال اکلوتے حقیقی بھانجے کے سوم سے سر اُٹھایا ہے۔ اللہ اپنا رحم فرمائے۔ میرے لیے دعا کیجیے۔ تفصیل کیا لکھوں؟

''اشلوک''[۲۳] مجھے مل گئی ہے۔ رسید نہ جا سکی، افسوس ہے۔ خدا کرے آپ اچھے ہوں۔ بھائی ساحرؔ کیسے ہیں؟

والسلام

دعا گو

فرمان فتح پوری

بہ ملاحظہ محمود احمد [ارشد محمود] ناشادؔ صاحب

[خط نمبر:۱۳]

۲۶ر ستمبر ۱۹۹۹ء

پیارے ارشد محمود! السلام علیکم۔

۲۲ر ستمبر کا خط ملا، پرسشِ مخلصانہ باعثِ تسکین ہوئی۔ نام کے سلسلے میں آپ نے میری خبط الحواسی[۲۴] کو معاف کر دیا اور خط کے جواب میں مجھے جلد سے جلد یاد کیا، اسے لطفِ ارزانی کے سوا کیا نام دیا جائے؟ اللہ آپ کو سدا خوش رکھے۔

ساحرؔ کے گھر نومولود[۲۵] کی آمد کی خبر خوشی کا باعث ہے، اُنھیں الگ سے خط لکھ رہا ہوں۔

والسلام

آپ کا

فرمان فتح پوری

بہ ملاحظہ

ارشد محمود ناشادؔ صاحب

محمد نگر، مرزا روڈ، اٹک کینٹ۔

[خط نمبر:۱۴]

۲۳/اکتوبر ۲۰۰۰ء

عزیز مکرّم! سلامِ مسنون۔

فہد حسن سلّمہٗ[۲۶] کی آمد پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد۔ اللہ تعالیٰ نومولود کی صحت و عمر میں ارزانی فرمائے اور خاندان کے لیے وسیلۂ راحت و سکون بنائے۔ بیگم صاحب کو بھی میری بیگم کی طرف سے اور میری طرف سے ہدیۂ تبریک و تہنیت۔

دُعا گو

فرمان فتح پوری

بہ ملاحظہ

جناب ارشد محمود ناشادؔ صاحب

[خط نمبر:۱۵]

۲۲/فروری ۲۰۰۵ء

عزیز مکرم!

سلامتی اور دعائیں۔ آپ لکھتے ہیں لیکن زیادہ اچھی بات یہ ہے کہ لکھنے سے زیادہ پڑھتے ہیں۔ نتیجتاً آپ کی ہر تحریر معلومات افزا اور مدلل ہوتی ہے۔ لکھنے کا حقیقی حسن یہی ہے کہ تحریر قاری کے دل و ذہن میں اُتر جائے۔ سو، آپ کی تحریر میں یہ وصف ہے، اللہ مزید توفیقات سے نوازے۔

پی ایچ ڈی کی سند مل جائے تو ضرور مطلع کیجیے گا، میرا دل خوش ہوگا کہ یہ خواب آپ کے لیے میں نے بھی دیکھا ہے اور تعبیر کا انتظار ہے۔[۲۷]

''چھاچھی بولی'' سے میں بالکل ناواقف تھا، آپ کی کتاب سے متعارف ہوا۔[۲۸] یقین ہے بہتوں کی رہنمائی

کرے گی۔

والسلام

فرمان فتح پوری

[خط نمبر:۱۶]

۱۲؍جولائی ۲۰۰۷ء

محبِ مکرّم!

السلام علیکم۔ ۳۰؍جون کا خط مل گیا،شکر گزار ہوں کہ یاد کیا۔ اس سے پہلے مجھے، آپ کا کوئی خط نہیں ملا، ورنہ جواب ضرور جاتا۔

موضوع سے متعلق رائے، اسی خط کے ساتھ الگ کاغذ پر درج ہے۔(۲۹)

والسلام

دعا کا طالب

فرمان فتح پوری

بہ ملاحظہ

ڈاکٹر ارشد محمود ناشاؔد

حواشی وتعلیقات

(۱) میرا دوسرا شعری مجموعہ جو ۱۹۹۵ء میں ماہِ ادب پبلشرز، لاہور سے شائع ہوا۔

(۲) میں نے ''واومعدولہ'' کے متعلق استفسار کیا تھا کہ اُردو میں اس کا استعمال صرف ''خ'' کے بعد کیوں ہے؟ کسی اور حرف کے بعد واو معدولہ کیوں استعمال نہیں ہوتی؟ ''خ'' کے بعد استعمال ہونے والی ''واو'' کو کس طرح پہچانا جائے کہ یہ واوملفوظی ہے یا واو معدولہ؟ بعض الفاظ میں ''خ'' کے بعد آنے والی واو، ملفوظی ہے جیسے: خوراک، خول وغیرہ۔

(۳) اُردو ڈکشنری بورڈ، کراچی کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والے اُردو لغت کی طرف اشارہ ہے۔

(۴) ''ڈاکٹر فرمان فتح پوری: حیات وخدمات'' کی طرف اشارہ ہے۔ یہ کتاب چار چار سو صفحات کی تین جلدوں میں امراؤ طارق نے مرتب کی۔ یہ کتاب فتح پور ایجوکیشنل سوسائٹی، کراچی کے زیرِ اہتمام ۱۹۹۴ء میں شائع ہوئی۔

(۵) محقق، نقاد اور شاعر۔ ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر [پ: ۱۹۶۶ء] گورنمنٹ کالج اٹک سے گریجوایشن کی۔ ۱۹۹۱ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے اُردو کا امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔ ۲۰۰۲ء میں جامعۂ پنجاب سے ''اُردو غزل میں فلسفۂ وحدۃ الوجود کی

فکری معنویت'' کے موضوع پر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نگرانی میں مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ گورنمنٹ کالج، مری اور گورڈن کالج، راول پنڈی میں اُردو کے استاد رہے۔ آج کل علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد سے بہ طور صدرِ شعبۂ اُردو وابستہ ہیں۔ ان کی تصانیف وتالیفات میں ''جمیل الدین عالی کی نثر نگاری''، ''رفیع الدین ہاشمی: سوانح وکتابیات''، ''ڈاکٹر جمیل جالبی: شخصیت وفن''، ''افتخار عارف: شخصیت وفن''، ''محرابِ تحقیق''، ''بارہ ماہیۂ نجم'' (تدوین) اور ''خیر الاذکار'' (تدوین) شامل ہیں۔

(۶) ڈاکٹر احسان الحق اختر فیصل آباد سے تعلق رکھتے ہیں۔ جامعۂ کراچی سے ''حمید احمد خان کی علمی خدمات'' کے موضوع پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ابتدا میں مختلف کالجوں میں تدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے بعد ازاں گورنمنٹ کالج، لاہور کے شعبۂ اُردو سے وابستہ ہوئے اور یہیں سے سبک دوش ہوئے۔ آج کل قرطبہ یونی ورسٹی، پشاور میں بہ طور صدرِ شعبہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف اور مرتب ہیں۔

(۷) علامہ نیاز فتح پوری نے ۱۹۲۲ء میں بھوپال سے علمی وادبی رسالہ ''نگار'' کے نام سے جاری کیا جو ان کی وفات [۱۹۶۶ء] تک لگا تار ان کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ ۱۹۶۲ء میں پاکستان ہجرت کی تو رسالے کا نام نگارِ پاکستان کر دیا۔ ان کی وفات کے بعد ڈاکٹر فرمان فتح پوری اس پرچے کے مدیر ہوئے اور انھوں نے نیاز فتح پوری کی اس یادگار کو تادیر زندہ رکھا۔ نگار نے اُردو کی ادبی صحافت پر نہایت گہرے اثرات مرتب کیے۔ اس کے خاص نمبر حوالے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(۸) میں نے ''ترکیب'' کے حوالے سے استفسار کیا تھا کہ کیا ایسے الفاظ جن کے آخر میں ہائے مختفی یا ہائے ملفوظی آئے وہ ''ہمزہ'' کے ساتھ لکھے جائیں گے اور باقی تمام ''حرفِ اضافت [زیر]'' کے ساتھ؟ جیسے: چارۂ دل، صدقۂ علم اور زندگیِ جاوید، جلالِ شہنشاہی۔ نیز یہ کہ کیا دونوں طرح کی تراکیب ایک جیسی ہیں یا ان میں کوئی فرق ہے؟

(۹) میں نے اپنی کتاب ضلع اٹک دے پنجابی شاعر کا انتساب ڈاکٹر فرمان فتح پوری اور علامہ عبدالعزیز خالدؔ کے نام کیا تھا۔ یہ کتاب ۱۹۹۵ء میں پنجابی ادبی سنگت، اٹک نے شائع کی۔

(۱۰) دیکھیے حاشیہ نمبر ۸۔

(۱۱) سر سید احمد خاں کے انتہائی قریبی رفیق، ادیب اور مصلح۔ ۱۸۳۷ء میں اٹاوہ میں متولد ہوئے۔ اصل نام سید مہدی علی تھا۔ محرر، سررشتہ دار اور پھر ڈپٹی کلکٹر ہوئے۔ ریاست حیدر آباد میں بھی خدمات انجام دیں پھر علی گڑھ کالج کے ساتھ وابستہ ہو گئے اور بہت جلد سیّد صاحب کے دست وبازو بن گئے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں۔ تہذیب الاخلاق کے ذریعے مقالہ نویسی کو رواج دیا۔ ۱۹۰۷ء کو راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔

(۱۲) نام ور عالمِ دین، مقرر، سیاست دان، ادیب اور تحریک پاکستان میں قائدِ اعظم کے مذہبی مشیر۔ ۱۸۸۶ء کو ضلع بجنور میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند کے فارغ تھے۔ مختلف دینی اداروں میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ آپ کے نام ور تلامذہ میں مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا بدرِ عالم، شیخ الحدیث محمد ادریس، مولانا مناظر احسن گیلانی اور سیّد محمد یوسف بنوری شامل ہیں۔ قرآنِ مجید کی تفسیر کے علاوہ بیسیوں کتابیں تصنیف کیں۔ ۱۳ ر ستمبر ۱۹۴۹ء میں وصال ہوا اور کراچی میں دفن ہوئے۔

(۱۳) میں نے اپنے خط میں گزارش کی تھی کہ میں آپ کی نگرانی میں کسی یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کرنے کا خواست گار ہوں۔ میں نے اپنے پسند کے دو موضوع بھی خط میں تحریر کیے تھے، ایک تو اُردو غزل کے فنی مطالعے سے متعلق تھا دوسرا اس وقت یاد نہیں کہ کیا تھا؟ ڈاکٹر صاحب نے غزل کے فن سے متعلقہ موضوع کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا، تعاون کا یقین دلایا اور ہدایت کی کہ میں اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول پور کے شعبۂ اُردو واقبالیات ڈاکٹر نجیب جمال سے رابطہ کروں۔

(۱۴) محقق، نقاد اور اُردو ادبیات کے استاد ڈاکٹر نجیب جمال [پ: ۱۹۵۲ء] فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ یاس یگانہ چنگیزی کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول پور میں اُردو و اقبالیات کے پروفیسر اور صدرِ شعبہ رہے۔ بعد ازاں انٹرنیشنل اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کے شعبۂ اُردو سے بہ طور چیئر مین وابستہ رہے۔ آج کل ایف سی کالج یونی ورسٹی، لاہور کے شعبۂ اُردو سے منسلک ہیں۔ ان کی تصانیف و تالیفات میں غالب شکن اور یگانہ، نگاہ، محاسن، ماہ و سالِ عندلیب، شش جہات، اُردو شاعری کی تہذیب اور امیر خسرو سے میر حسن تک شامل ہیں۔

(۱۵) حافظ محمود شیرانی پر ان کے لائق اور صاحبِ علم پوتے مظہر محمود شیرانی نے ڈاکٹر وحید قریشی کی نگرانی میں پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا، یہ گراں قیمت مقالہ دو جلدوں میں مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور کے اہتمام سے شائع ہو چکا ہے۔ میں اس وقت تک اس کام سے لاعلم تھا، اس لیے اس موضوع کو اپنے لیے پسند کیا۔

(۱۶) معروف غالب شناس، ادیب اور گورنمنٹ کالج لاہور کے سابق صدرِ شعبۂ اُردو۔ پ: ۵؍نومبر ۱۹۴۲ء بھٹنڈہ پٹیالہ (انڈیا) م: ۱۵؍اگست ۲۰۰۵ء لاہور۔ ۱۹۶۴ء میں کراچی یونی ورسٹی سے ایم اے اُردو اور ۱۹۷۲ء میں سندھ یونی ورسٹی، جام شورو سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ کئی کتب تصنیف و تالیف کیں۔ چند اہم کتابوں کے نام درج ذیل ہیں: اشاریۂ غالب، غالب اور انقلابِ ستاون، تحقیقِ غالب، غالب کا علمی سرمایہ، نقوشِ غالب، تحقیق نامۂ غالب، دیوانِ غالب (نسخۂ خواجہ)، یادگارِ عبدالحق، مطالعۂ یلدرم، بابائے اُردو: احوال و آثار اور بازیافتِ غالب۔

(۱۷) میں نے فرمان صاحب کی ہدایت کے مطابق عنوان میں ''حالی تا عہدِ حاضر'' کا اضافہ کر کے عنوان کی تحدید کر لی۔

(۱۸) میں نے ''اُردو غزل کا تکنیکی، ہیئتی اور عروضی سفر'' کے موضوع خاکہ تیار کیا اور فرمان صاحب کو بھیجا، انھوں نے خاکہ پسند کیا اور نگرانی کے لیے رضامندی کا خط بھی لکھ دیا۔ میں نے وہ خاکہ فرمان صاحب کے خط کے ہم راہ ڈاکٹر نجیب جمال صاحب کو بھجوا دیا۔

(۱۹) ڈاکٹر نجیب جمال صاحب کی کوشش کے باوجود میرا داخلہ اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول پور میں نہ ہو سکا۔ میں نے ڈاکٹر فرمان صاحب کی ہدایت کے مطابق ہمت نہ ہاری اور اس موضوع پر مطالعہ جاری رکھا، بعد ازاں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نگرانی میں اسی موضوع پر جامعۂ پنجاب سے ڈگری حاصل کی۔ للہ الحمد کہ یہ مقالہ ۲۰۰۸ء میں مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور کے زیرِ اہتمام شائع ہوا۔

(۲۰) ڈاکٹر عبدالعزیز ساحرؔ کے ہاں پہلے بیٹے حسنین عبدالعزیز [پ: ۳۱؍دسمبر ۱۹۹۷ء] کی پیدائش کی اطلاع میں نے دی تھی۔ حسنین اب ماشاء اللہ پاک آرمی میں کیپٹن ہے۔

(۲۱) میں ابتدا میں ''گرامی القدر'' کی تکریمی ترکیب اکثر استعمال کرتا رہا، ڈاکٹر صاحب کے اس استفسار کے بعد میں نے اسے ترک کر دیا اور ''گرامی قدر'' لکھنا شروع کر دیا۔

(۲۲) معروف اقبال شناس اور اورینٹل کالج کے شعبۂ اُردو کے سابق صدر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی طرف اشارہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی توجہ اور مہربانی سے مجھے جامعۂ پنجاب سے پی ایچ ڈی کی تحصیل کا موقع ملا۔ میرے مقالے کے نگران بھی ڈاکٹر ہاشمی تھے۔

(۲۳) بابا فرید شکر گنج کے منتخب پنجابی کلام کا میں نے منظوم اُردو ترجمہ کیا تھا جو اشلوک کے نام سے زاویہ، لاہور نے ۱۹۹۹ء میں شائع کیا۔

(۲۴) ڈاکٹر صاحب نے ۱۷؍ستمبر ۱۹۹۹ء کے مکتوب میں مجھے محمود احمد ناشادؔ لکھ دیا تھا۔

(۲۵) ڈاکٹر عبدالعزیز ساحرؔ کے دوسرے بیٹے حمزہ عبدالعزیز [پ: ۱۴؍ستمبر ۱۹۹۹ء] کی پیدائش کی اطلاع میں نے دی تھی۔ حمزہ اس وقت ماشاء اللہ ٹیکسلا یونی ورسٹی میں انجینئرنگ کا طالب العلم ہے۔

(۲۶) فہد حسن کی پیدائش پر تہنیت۔ فہد حسن میرا بڑا بیٹا ہے جو ۹؍اکتوبر ۲۰۰۰ء میں پیدا ہوا۔ فہد اب ماشاء اللہ بی ایس کے پانچویں سمسٹر کا طالب العلم ہے۔

(۲۷) ۱۷ر اگست ۲۰۰۶ء میں مجھے جامعۂ پنجاب نے پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کی۔

(۲۸) چھاچھی بولی۔ادبی ولسانی مطالعہ میرا ایک مختصر مقالہ ہے۔اس مقالے کا ملخص علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد کے شعبۂ پاکستانی زبانیں کے ایم فل کے نصاب میں شامل ہوا۔بعدازاں یہ مقالہ پنجابی ادبی سنگت، اٹک نے ۲۰۰۵ء کے زیرِ اہتمام اشاعت آشنا ہوا۔

(۲۹) عبدالستار ملک اُن دنوں نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد سے پی ایچ ڈی کر رہے تھے،اُن کا مجوزہ خاکہ رائے اور رہنمائی کے لیے فرمان صاحب کو بھیجا تھا۔ڈاکٹر عبدالستار ملک آج کل شعبۂ اُردو علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد سے بہ طور لیکچرار وابستہ ہیں۔

ماخذ:

(۱) امراؤ طارق (مرتب)، ڈاکٹر فرمان فتح پوری: حیات و خدمات، کراچی: فتح پور ایجوکیشنل سوسائٹی، ۱۹۹۴ء

۞۞